ابو سلمان شاہجہان پوری

ریشمی خطوط

تحریک کے نام :

تحریک ریشمی خطوط جو عام طور پر تحریک ریشمی رومال کے نام سے مشہور ہے، اور اب جسے برصغیر کے مشہور مورخ مولانا سید محمد میاں نے "تحریک شیخ الہند" کے نام سے متعارف کرانے کی کوشش کی ہے، برٹش انڈیا کی سی آئی ڈی نے اسے "ریشمی خطوط سازش" کے نام سے یاد کیا ہے۔

یہ تمام نام اپنی جگہ بالکل درست ہیں۔ یہ خطوط چونکہ ریشمی کپڑے پر لکھے گئے تھے اس لئے اس کے لئے ریشمی خطوط اور ریشمی رومال دونوں نام درست ہیں۔ اس تحریک کے بانی چونکہ برصغیر کے مشہور عالم دین سیاسی رہنما اور دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین مولانا محمود حسن دیوبندی تھے جنہیں انکی بزرگی اور دینی و سیاسی شخصیت کی بنا پر 'شیخ الہند' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس لئے اس تحریک کو "تحریک شیخ الہند" کہنا قطعاً غلط نہیں لیکن انگریزوں نے مولانا عبیداللہ سندھی

کو ریشمی رومال سازش یا تحریک کا بانی قرار دیا ہے۔ میرے نزدیک یہ بات بھی حقیقت سے دور نہیں۔ "تحریک شیخ الہند" ایک جامع الاطراف تحریک تھی۔ اِسکا تعلق دارالعلوم دیوبند کے قیام اور حضرت سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی تحریک جہاد و استقلال اور قیام ملّت کے مساعی سے جا ملتا ہے اور بعد میں جمعیت علمائے ہند کا قیام بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ مولانا سندھی کا افغانستان جانا اور خود حضرت شیخ الہند کا حجاز کیلئے رختِ سفر باندھنا ایک جامع منصوبہ کے تحت تھا۔ لیکن کابل پہنچکر "حکومت موقتہ" میں شریک ہونا اور "جنود ربّانیہ" قائم کرنا گردوپیش کے حالات اور وقتی مصالح پر مبنی تھا ان اقدامات کے لئے فیصلہ چونکہ مولانا سندھی کے فہم و بصیرت نے کیا تھا۔ حضرت شیخ الہند کی کوئی ہدایت اس کے لئے پہلے سے موجود نہیں تھی نہ مولانا سندھی نے "حکومت موقتہ" میں شرکت اور "جنود ربّانیہ" کے قیام سے پہلے حضرت شیخ الہند سے اجازت لینے کی ضرورت محسوس کی تھی۔ یہ دونوں باتیں حضرت شیخ الہند کی تحریک کے مقاصد کے عین مطابق تھیں۔ انہیں اس جامع الاطراف تحریک کا ایک جزو قرار دیا جا سکتا ہے۔ حکومت موقتہ کی تحریک راجہ مہندر پرتاب اور مولوی برکت اللہ کی تجویز تھی جس میں مولانا سندھی کو شرکت کی دعوت دی گئی اور انہوں نے "اسلامی مفادات کی حفاظت کی نظر سے" اپنی صواب دید پر اس میں شرکت منظور کر لی تھی۔ جنود ربّانیہ کے قیام کی تجویز اور اس کے قیام کا تمام سروسامان مولانا عبیداللہ سندھی کے دماغ کی کاوش اور ان کے مساعی کا رہین منت تھا۔ انگریزی سی آئی ڈی کے مطابق چونکہ یہ منصوبہ مولانا عبیداللہ سندھی نے تحریر کیا تھا اس لئے انہیں اس تحریک یا سازش کا بانی قرار دینا اور دوسرے اکابر کو ان کا شریک اور معاون قرار دینا قرین قیاس ہے۔

تحریک یا سازش ؛

برصغیر کی آزادی کا یہ ایک انقلابی منصوبہ تھا اس لئے برصغیر کے باشندوں اور آزادی کی تاریخ لکھنے والوں نے اس منصوبے کو تحریک کے نام سے یاد کیا ہے جب

کہ انگریزوں کا نقطۂ نظر اس سے مختلف تھا۔ چونکہ اِس منصوبے کا مقصد انگریزی حکومت کا تختہ الٹ دینا اور غیر ملکی اقتدار کے بجائے قومی اور ملکی حکومت کا قیام تھا اس لئے انگریزوں نے اسے سازش کا نام دیا۔

مکتوب الیہ :

آزادی کے اس منصوبے کا دار و مدار تین خطوں پر تھا۔ ان میں پہلا خط سندھ کی مشہور انقلابی شخصیت شیخ عبدالرحیم کے نام تھا جو دیگر خطوط کو مکتوب الیہ تک پہنچانے کے لئے ہدایات پر مشتمل تھا۔ دیگر دو خط حضرت شیخ الہند کے نام حالات کی تفصیل میں تھے۔ حضرت شیخ چونکہ ان دنوں حجاز میں تھے اس لئے شیخ عبدالرحیم (سندھ) کے ذریعہ یہ خطوط حجاز پہنچانے تھے۔

مکتوب نگار :

عام طور پر یہ سمجھا یا جاتا ہے کہ تینوں ریشمی خطوط مولانا عبیداللہ سندھی نے تحریر کئے تھے یہ غلط فہمی ریشمی خطوط سازش کیس کے بیانات میں بھی موجود ہے۔ یہ غلط فہمی اِس سببِ سے ہوئی کہ دوسرے خط پر کسی کے دستخط نہیں تھے اور پہلے اور تیسرے خط پر مولانا سندھی کے دستخط ہونے کی وجہ سے دوسرا خط بھی انہیں کا سمجھ لیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ دوسرا خط مولانا محمدؐ میاں کا ہے۔ شروع سے اختتام تک خط کا ایک ایک جملہ اس حقیقت کا غماز ہے۔ مولانا محمدؐ میاں جب حجاز سے غالب نامہ اور دوسری تحریریں لے کر ہندوستان آرہے تھے تو حضرت شیخ الہند نے انہیں جدّہ میں الوداع کہا تھا۔ اس لئے مکتوب نگار نے جدہ کے واقعات سے خط کا آغاز کیا ہے۔ پہلے دو جملے یہ ہیں :۔

"جدّہ کے بعد کا حال یہ ہے۔ بمبئی بہ آرام و بے خطر پہنچے"

اِس کے بعد مکتوب نگار نے راندیر، بھوپال کے سفر، مولانا حسرت موہانی ،

مولانا آزاد سے اپنی ملاقات اور یاغستان وکابل کے سفر کا تذکرہ کیا ہے نیز مولانا ناظم یعنی مولانا عبیداللہ سندھی کا ذکر صیغہ واحد غائب میں کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کے لکھنے والے مولانا سندھی نہیں کوئی اور ہے اور یہ شخصیت صرف مولانا محمّد میاں عرف محمّد منصور انصاری کی ہوسکتی ہے۔

خطوط کی تعداد و شکل :

تحریک ریشمی رومال ایک جامع انقلابی تحریک تھی اور اس کا تعلق ملک اور بیرون ملک کی مختلف انقلابی قوتوں اور شخصیتوں سے تھا اور ان میں خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ حضرت شیخ الہند نے حجاز سے غالب نامہ اور دیگر خطوط ہندوستان بھیجے، مولانا سندھی نے کابل سے ہندوستان خطوط روانہ فرمائے۔ یہ تمام مراسلت بڑی احتیاط کے ساتھ خفیہ طور پر ہوتی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے اس تمام مراسلت کے لئے ریشمی خطوط ہی کی ترکیب استعمال کی ہے۔ ڈاکٹر شیر بہادر پنی کے بیان سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ تمام مراسلت زرد رنگ کے رومالوں کے ذریعہ ہوتی تھی۔ ممکن ہے کاغذ کی بجائے کپڑا (رومال) ہی استعمال کیا جاتا ہو۔ لیکن انگریزی سی آئی ڈی نے اس زمانے کی تمام مراسلت کو "ریشمی خطوط" کا نام نہیں دیا۔ یہ صرف تین خط ہیں جو تحریک کے افشار کا باعث بنے اور جن کی بنیاد پر سازش کا مقدمہ قائم کیا گیا اور سی آئی ڈی کے کاغذات میں انہی کو ریشمی خطوط کا نام دیا گیا ہے۔

اس سلسلے کا تیسرا اور آخری خط حضرت شیخ الہند کے نام مولانا سندھی کی طرف سے ہے اس پر ان کے دستخط بھی ہیں۔ یہ خط پندرہ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا ہے۔

طریقۂ تحریر :

خط کی تحریر کے بارے میں مولانا عبداللہ لغاری مرحوم کا بیان ہے کہ یہ خطوط مخفی طریقے سے ریشمی رومالوں پر تحریر کئے گئے تھے ان کے بیان میں "مخفی طریقہ"

کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔ قاضی محمد اکبر نے لکھا ہے کہ یہ خطوط پیاز کے پانی سے لکھے گئے تھے۔ ڈاکٹر شیر بہادر خان پنی تحریر فرماتے ہیں :۔

"یہ پیلے رنگ کے رومال ہوتے تھے جن پر ایسی روشنائی سے خط لکھا جاتا تھا جو نظر نہیں آتی تھی۔ اس کے لکھنے اور پڑھنے کا طریقہ موجدین کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا۔"

لیکن ریشمی خطوط سازش کیس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریر کے لئے اِس قسم کا کوئی مخفی طریقہ اختیار نہیں کیا گیا تھا بلکہ خوشخط اردو میں لکھے گئے تھے اِس کیس کے پہلے نوٹ میں سی آئی ڈی کی یہ صراحت ہمیں ملتی ہے :۔

"۱۴۔ اگست کو ملتان کے خان بہادر رب نواز خان نے ملتان کے کمشنر کو زرد ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑے دکھائے جن پر خوش خط اردو لکھی تھی۔"

"ان خطوط کی تحریر بہت اچھی نہایت صاف اور پختہ ہے۔ نہ کوئی لفظ کُھرچ کر صاف کیا گیا ہے نہ کہیں کچھ مٹایا گیا ہے نہ کسی لفظ کی اصلاح کی گئی ہے۔ صرف و نحو کی صرف ایک نہایت معمولی غلطی پوری تحریر میں نظر آئی ہے۔ خط کی زبان اگرچہ بعض مقامات پر مبہم ہے جیسا کہ بالعموم سازشی تحریروں میں ہوتی ہے لیکن اچھے تعلیم یافتہ بلکہ عالم شخص کی زبان ہے۔"

اس تصریح کے بعد یہ قیاس مع الفارق نہیں سمجھا جائے گا کہ اگرچہ خطوط دو اصحاب کی جانب سے ہیں لیکن کپڑے پر ایک ہی قلم سے نقل کئے گئے ہیں۔ لیکن اس صورت میں کہ اصلی خطوط یا ان کے برعکس ہمارے سامنے نہیں ہے اِس باب میں کوئی حتمی رائے نہیں دی جاسکتی کہ یہ تحریر کس کی ہے۔ اصل تحریر یا اس کا عکس دیکھ کر کم از کم یہ فیصلہ ضرور کر دیا جاسکتا تھا کہ یہ تحریر مولانا عبیداللہ سندھی کے قلم سے ہے یا نہیں ؟ اس لئے کہ مولانا سندھی کی متعدد تحریرات ان کے اپنے قلم سے ہماری دسترس سے باہر نہیں۔

ان کی قلمی تحریرات کے عکس بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اگرچہ علمی مضامین میں قیاسات کا وزن بہت کم ہوتا ہے لیکن قیاس کی اہمیت کو کبھی کلیۃً ردّ بھی نہیں کر دیا گیا۔ اس لئے اوپر کے اقتباس کی روشنی میں اگر ہمیں قیاس کی رعایت دی جائے تو ہم کہیں گے کہ یہ تمام خصوصیات جو ان خطوط کی تحریر کی بتائی گئی ہیں مولانا عبیداللہ سندھی کی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔ ان کی تحریر اچھی، صاف اور پختہ ہوتی ہے اور کاٹ چھانٹ کا عمل اِن کی تحریروں بہت کم ہوتا ہے۔ اس لئے گمان غالب ہے کہ یہ تینوں خطوط مولانا عبیداللہ سندھی نے اپنے قلم سے کپڑے پر نقل کئے ہوں گے لیکن اِس امکان کو بھی قطعی ردّ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ تحریر مولانا محمد میاں کی ہو یا کسی اور خوش نویس سے یہ کام لیا گیا ہو۔

رپورٹ مرتب کرنے والے نے جنود ربّانیہ اور حکومت موقتہ کی ان اسکیموں پر جو مولانا سندھی نے تحریک آزادی کے مستقبل کے بارے میں بیان کی تھیں اِن الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:۔

> "اب وہ (مولانا عبیداللہ سندھی) جو اسکیمیں بیان کرتا ہے ان کا ایک حصّہ قابل عمل بھی ہے اور ایک حصّہ خیالی اور تخیلی ہے۔ لیکن جہاں جہاں اس نے حقائق اور واقعات کا تذکرہ کیا ہے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ اِس کا بیان مکمل، صحیح اور حرف بحرف درست ہے۔"

جنود ربانیہ:

اس خط کے ساتھ مولانا سندھی مرحوم نے 'جنود ربانیہ' نجات دلانے والی فوج کے عہدیداروں کی جو فہرست منسلک کی تھی اس کے بارے میں رپورٹ مرتب کرنے والا لکھتا ہے:۔

> "جنود ربّانیہ کے عہدیداروں کی جو فہرست اس نے تیار کی ہے وہ دنیائے اسلام کی ممتاز ترین شخصیتوں پر مشتمل ہے جنہیں اتحاد عالم اسلامی کی ہر بڑی اسکیم میں شامل کرنا لازمی ہے۔"

جنود ربّانیہ میں فیلڈ مارشل کے عہدیداروں میں شریف مکہ کو بھی شامل کیا گیا تھا اِس وقت تک ترکی خلافت سے اس کی بغاوت کی خبر ہندوستان نہیں پہنچی۔ ظاہر ہے کہ جو تحریک ترکی خلافت کے تعلون سے چلائی جارہی ہو اس میں ترکی کے باغی اور انگریزوں کے مخلص و معتمد شخص کو اتنا بڑا اعزاز نہیں دیا جاسکتا تھا۔ چونکہ یہ ایک عجیب بات تھی اس لئے رپورٹ مرتب کرنے والے نے ان الفاظ میں اس پر تبصرہ کیا ہے اور اس تقرر کا جواز بھی خود ہی پیش کر دیا ہے۔ لکھتا ہے:-

"یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اِس نے (مولانا سندھی نے) شریف مکہ کو بھی فیلڈ مارشل کی حیثیت سے شامل کیا ہے۔ عبیداللہ کے خط کی تاریخ ۸ رمضان اور اتوار کا دن ہے جو ۹ جولائی کے مطابق ہے۔ شریف مکہّ کی بغاوت کی خبر ہندوستان میں ۲۳/جون کو پہنچی تھی اور جہاں تک مجھے معلوم ہوسکا ہے ۹/جولائی کے بعد تک کابل میں اس کا اس کا علم نہیں ہوسکا تھا"

دیگر عہدیداروں کے بارے میں یہی شخص لکھتا ہے "لیفٹننٹ جنرل اور اس سے کم درجے کے عہدے متعدد اشخاص کو دیئے گئے ہیں جو تقریباً سب کے سب اتحاد اسلامی یا وہابی تحریک کے سلسلے میں ہمارے نوٹس میں آچکے ہیں"

عُہدے اور مناصب:

ملک کی نجات دہندہ فوج (جنود ربانیہ) کو دس منصبوں یا عہدوں کے تحت تشکیل دیا گیا تھا۔ سب سے اعلیٰ منصب "مربی" (PATRON) کا تھا۔ اِس منصب پر بالترتیب ترکی، ایران اور افغانستان کے سلاطین کو مقرر کیا گیا تھا۔ اِس کے نیچے "مرداں" (فیلڈ مارشل) کا منصب تھا جو ترکی اور افغانستان کے اکابر و اساطین کو نیز حیدرآباد، بھوپال، رام پور اور بھاول پور کے نوابین اور تحریک جہاد کے سربراہ رئیس المجاہدین کو دیا گیا تھا۔ اس کے بعد جنرل یا "سالار" کا عہدہ تھا

جس پر حضرت شیخ الہند کو فائز کیا گیا تھا لیکن حضرت مولانا چونکہ مرکز کابل میں موجود نہیں تھے اس لئے مولانا عبیداللہ سندھی قائمقام جنرل کی حیثیت سے کام سرانجام دے رہے تھے۔ ان کے ماتحتین میں ۲۹ نائب سالار یا لیفٹننٹ جنرل تھے۔ ان میں ترکی کے مشہور رہنما شیخ عبدالعزیز شادیش کے علاوہ تمام عہدہ دار برصغیر پاک و ہند سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں مولانا حسین احمد مدنی، ڈاکٹر انصاری، ان کے بڑے بھائی حکیم عبدالرزاق، مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی، شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالقادر قصوری، ان کے صاحبزادہ مولوی محی الدین قصوری، مولوی عبدالرحیم عظیم آبادی، مولوی عبداللہ غازی پوری، مولانا برکت اللہ بھوپالی، مولانا تاج محمود امروٹی (ضلع سکھر) پیر سید اسداللہ شاہ وغیرہم خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان عہدوں کے بعد بالترتیب میجر جنرل (معین سالار) کرنل (ضابطہ) لیفٹننٹ کرنل (نائب ضابطہ)، میجر، کپتان اور لیفٹننٹ کے عہدے تھے۔

مراکز:

جنود ربانیہ کا مرکز اصلی "مدینہ طیبہ" کو قرار دیا گیا تھا اور ذیلی مراکز "قسطنطنیہ" "تہران" اور "کابل" تھے۔ تینوں مراکز کے حلقہ ہائے اثر بھی مقرر کر دیئے گئے تھے قسطنطنیہ کا حلقہ اثر یورپ اور افریقہ کے ممالک تک پھیلا ہوا تھا جبکہ تہران کا مرکز وسط ایشیا کے ممالک کے لئے اور کابل کے مرکز کا حلقہ اثر ہندوستان تک محدود تھا۔

عارضی حکومت:

"جنود ربانیہ" کے بارے میں برٹش گورنمنٹ کی رپورٹ کی یہ صراحت قابل توجہ ہے۔ رپورٹ کا مرتب کنندہ لکھتا ہے:-

"جنود ربانیہ کی اسکیم ایک اور جماعت سے مربوط تھی جسے حکومت موقتہ ہندیہ کہا جاتا جس کے کارکنوں کے لئے مسلمان ہونا لازم نہ

تھا۔ راجہ مہندر پرتاب اس کے دائمی صدر تھے۔ وزیر اعظم مولوی برکت اللہ اور وزیر امورِ ہند مولانا عبید اللہ سندھی تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس جماعت (یعنی عارضی حکومت) کا مقصد تھا ہند اور افغانستان میں تصادم اور افغانستان میں جو غیر مطمئن ہندوستانی تھے ان کے وفود کو غیر جانب دار یا دشمن ممالک میں بھیج کر جوڑ توڑ اور ساز باز کرنا۔"

جنود ربانیہ کی تشکیل کے مقصد کے بارے میں لکھتا ہے کہ عبید اللہ کی اسکیم یہ تھی کہ :۔

"ہندوستان میں اسلامی عسکریت کی سوکھی ہڈیوں میں سے جن اجسام میں زندگی کی رمق باقی ہے، ان سے کام لیا جائے۔ اس طرح اس نے اپنی سازش میں وہابی تحریک کے باعمل شہیدی مولوی طبقہ کا اسلامی جوش وجذبہ اور اتحاد اسلامی کے حامیوں کی سیاسی توانائی اور تلخی کو یکجا کر دیا تھا۔

اس کا مزید منصوبہ یہ تھا کہ ایک دوسری سازشی جماعت (یعنی حکومت موقتہ ہندیہ) کے پہلو بہ پہلو کام کیا جائے تاکہ ہندوؤں کے انقلاب پسند عناصر اس کی جانب رہیں۔"

لیکن یہ بات خاص طور پر ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ حکومت موقتہ کی اسکیم اور اس کے قیام سے مولانا سندھی کا تعلق نہ تھا یہ اسکیم راجہ مہندر پرتاب کی تھی اور مولانا سندھی کو ان کی اہمیت کے پیش نظر اس میں شریک کیا گیا تھا اور راجہ صاحب کے کابل کے جانے کے بعد مولانا سندھی اس کے مرکز کابل کے انچارج بھی ہو گئے۔ جب کہ جنود ربانیہ یا جنود اللہ کا پورا منصوبہ اور اسکا لائحۂ عمل مولانا سندھی کے فکر آفرین ذہن کی پیداوار تھا۔ راجہ مہندر پرتاب کا اس سے کوئی تعلق نہ تھا۔ جنود ربانیہ میں جرمن مشن کے صرف ایک رکن مولانا برکت اللہ بھوپالی کو شامل کیا گیا تھا ان کا عہدہ لیفٹنٹ جنرل

کا تھا لیکن انہیں حکومت موقتہ کا وزیر اعظم ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک مسلمان کی حیثیت سے شامل کیا گیا تھا۔ اس لئے ریشمی خطوط سازش کیس کی رپورٹ کے مرتب کا یہ خیال بالکل درست نہیں ہے کہ جنود ربانیہ کی اسکیم ایک اور جماعت سے مربوط تھی جسے حکومت موقتہ ہندیہ کہا جاتا ہے۔ غالباً یہ شبہ اس لئے پیدا ہوا کہ عارضی حکومت میں مولانا سندھی شریک تھے اور جنود ربانیہ میں مولانا بھوپالی شامل تھے۔ نیز ریشمی خطوط میں دونوں اداروں کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا تھا۔ لیکن اس خط میں اور اسی جگہ مولانا سندھی نے یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ عارضی حکومت کی اسکیم راجہ مہندر پرتاب کی اسکیم ہے جس میں وہ اسلامی مفادات کے تحفظ کی نظر سے شریک ہوگئے ہیں۔

حضرت شیخ الہند کے نام مولانا سندھی کے خط میں حکومت موقتہ اور اس کی سفارتوں کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ اس رپورٹ کا مرتب کنندہ لکھتا ہے :-

> "عبید اللہ نے اپنے خط کے آخر میں اس کی تفصیل دی ہے جسے وہ "حکومت موقتہ ہند" قرار دیتا ہے۔ اس طرح اس نے اس سازش میں راجہ مہندر پرتاب کا حصہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے جس کے بارے میں اس کا بیان ہے کہ اس کا آریہ سماجیوں سے خاص رابطہ ہے اور ہندوستانی راجاؤں سے بالواسطہ تعلق ہے۔"

> "اس جگہ بھی حقائق اور واقعات کے بارے میں جو ہمیں معلوم ہیں مثلاً روس کو سفارت بھیجی گئی۔ سفارت کے بارے میں اس کا بیان بالکل درست ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں مجموعی طور پر عبید اللہ کے ان خطوط کے متعلق یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس نے واقعات اور منصوبوں کے بیان میں پوری کوشش کی ہے کہ مکتوب الیہم اور وہ درمیانی لوگ جو خطوط پڑھیں

سب باتوں کو سمجھ سکیں "

اَفشائے راز :-

یہ خطوط مولانا عبیداللہ سندھی نے عبدالحق نامی ایک شخص کے ہاتھ بھیجے تھے اور اسے ہدایت کی تھی کہ وہ یہ خط حیدرآباد کے شیخ عبدالرحیم کے حوالے کردے۔ اس کی بس اسی قدر ذمہ داری تھیں عبدالحق تحریک کا ایک معتمد شخص تھا اور اس سے پہلے بھی وہ ایک کام کے سلسلے میں سندھ آچکا تھا۔ ظفرحسن ایبک جو مولانا عبیداللہ کے ایک قابل اعتماد شاگرد، ساتھی اور تحریک کے شریک راز تھے انہوں نے اپنی آپ بیتی میں ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :-

"انہی دنوں میں قبلہ مولانا صاحب مرحوم نے اپنی کابل کی کارروائیوں کی اطلاع حضرت شیخ الہند کو دینا چاہی۔ یہ سب خبریں اور رپورٹیں ریشمی کپڑے پر لکھی گئیں اور ۸/ رمضان (۹/ جولائی سنہ ۱۹۱۶ء) کو ان کے ہندوستان لے جانے اور شیخ عبدالرحیم صاحب حیدرآبادی کو سندھ میں دینے کیلئے، ہمارے ساتھیوں میں سے، اللہ نواز خاں کے باپ رب نواز خاں کے پروردہ شیخ عبدالحق نام کے ایک نومسلم کا انتخاب کیا گیا۔ یہ رپورٹ کسی معتبر حاجی کے ذریعہ شیخ عبدالرحیم کی طرف سے حجاز میں حضرت شیخ الہند کو بھیجی جانے والی تھی۔ اگر اس کام کے لئے کوئی قابل اعتماد حاجی نہ مل سکے تو خود شیخ عبدالرحیم کو حجاز جانے کیلئے کہا گیا تھا "

"عبدالحق سندھ جاتا ہوا اپنے گھر جانے کیلئے ملتان میں ریل سے اترا اور اللہ نواز خاں کے والد خان بہادر رب نواز خاں سے ملا۔ اس نے عبدالحق سے ضرور اس کے آنے کا سبب پوچھا ہوگا، جس پر اس نے یہ چھٹیاں اس کو دے دی ہونگی۔ رب نواز کے ہاتھ یہ چھٹیاں آتے ہی

اس نے اپنی گورنمنٹ پرستی کا ثبوت دینے کے لئے یہ خطوط گورنمنٹ کو دیدیئے جس سے ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت سی گرفتاریاں ہوئیں اور یہ منصوبہ خاک میں مل گیا۔ عبدالحق کو اس صلے میں پولیس میں نوکری ملی اور خان بہادر کو مربعے دیئے گئے۔ یہ بات ابھی تک پوری طرح ثابت نہ ہو سکی کہ عبدالحق ہمارے ساتھ شروع ہی سے ایک انگریزی جاسوس کے طور پر آیا تھا یا اس کو رب نواز نے ہندوستان آنے پر، ڈرا دھمکا کر یا لالچ دے کر ورغلایا تھا۔ عبدالحق کے ہمارے ساتھ ایک انگریزی جاسوس کے طور پر آنے کے بارے میں ہمارے ہاتھ میں کوئی قطعی اور مکمل دلیل موجود نہیں ہے۔ لیکن اس قسم کا شبہ ضرور موجود ہے کہ کابل آنے کے بعد، اللہ نواز خان کا بھائی شاہ نواز کبھی کبھار سیر پر جاتے ہوئے افغانی پہرہ دار کو رشوت وغیرہ دیکر اپنے سے دور کرنے کے بعد انگریزی قونصل خانے کے عملے سے خفیہ طور پر ملا کرتا تھا۔ اس کا علم اللہ نواز کو قطعی طور پر تھا یا نہ تھا، ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن یہ ممکن ہے کہ عبدالحق کے کابل سے روانہ ہوتے وقت، اللہ نواز اور شاہ نواز نے اس کو کہا ہو کہ سندھ جاتے ہوئے ملتان سے گزرے اور ان کے والد سے ملے۔ یہ ملاقات صرف ہجراں دیدہ رشتہ داروں کے تسلی کیلئے تھی یا حقیقتاً اس کا مقصد ریشمی چٹھی کو رب نواز تک پہنچانے یا اس چٹھی کے اس تک پہنچنے کے لئے راستہ صاف کرنا تھا۔ یہاں یقینی طور پر نہیں لکھا جا سکتا۔ کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے عبدالحق کو اپنے گھر، صرف اپنی خیریت کی خبر پہنچانے کیلئے بھیجا ہو۔ یہ ان کے لئے ایک قدرتی حرکت تھی اور طبیعت بشری کا تقاضا بھی تھا۔ شاید وہاں جاکر اور رب نواز سے ملنے پر، عبدالحق نے کابل کے حالات اس کو بتا دیئے ہوں اور اس نے اس سے ہندوستان آنے کا اصلی مقصد پوچھا ہو اور

لالچ یا دھمکی دے کر اس سے یہ راز معلوم کرلیا ہو۔ گمان ایسا ہے کہ شاہ نواز ضرور انگریزی قونصل خانہ کے عملے سے مل گیا تھا۔ چنانچہ جب وہ ایک سال بعد افغانستان کے راستے ہندوستان واپس چلا گیا تو اس کو نہ انگریزوں نے نظر بند کیا نہ ہی کوئی اور سزا دی بلکہ اس کو محکمۂ ریلوے میں ایک ملازمت دیدی۔ اللہ نواز خان بھی سردار سپہ سالار محمد نادر خان مرحوم کے کابل کا بادشاہ بننے پر ہندوستان کے راستے آزادی سے یورپ آنے جانے لگ گیا تھا، غالباً اس کے باپ کی انگریز پرستی کے صلہ میں اس کو یہ آسانیاں مل گئی تھیں۔"

بہرحال عبدالحق جولائی ۱۹۱۶ء کے آخر میں یہ خطوط لے کر آیا تو پہلے ملتان گیا اور خان بہادر موصوف کے یہاں قیام کیا۔ خان بہادر نے اندازہ کرلیا کہ وہ کچھ اہم معلومات لے کر حیدرآباد جارہا ہے۔ اس کے بعد اُس نے ایسا جال بچھایا کہ عبدالحق اس سے نکل نہ سکا اور نہ صرف راز ظاہر کردیا بلکہ ۴ر اگست کو یہ خطوط بھی اس کے حوالے کردیئے ۱۴ر اگست کو خان بہادر رب نواز نے یہ خطوط ملتان کے کمشنر کو پہنچادیئے اور اس نے پنجاب کے لیفٹننٹ گورنر کو بھیجدیئے۔ اس طرح یہ خطوط مکتوب الیہ کو پہنچنے کے بجائے دشمن کے قبضے میں چلے گئے۔

ریشمی خطوط سازش کیس میں مندرجہ ذیل نوٹ ان کی دستیابی کے بارے میں ہے:۔

"۱۴ر اگست کو ملتان کے خان بہادر رب نواز خان نے ملتان ڈویژن کے کمشنر کو زرد ریشمی کپڑے کے تین ٹکڑے دکھائے جن پر خوشخط اردو لکھی تھی انہوں نے یہ بیان کیا کہ یہ ۴ر اگست سے ان کے پاس تھے لیکن کمشنر کی عدم موجودگی کے باعث پیش نہیں کیئے جاسکے۔ خان بہادر نے بتایا کہ انہیں یہ خط عبدالحق سے ملے ہیں جو پہلے ان کے لڑکوں کا اتالیق تھا۔ ور ۱۹۱۰ء میں ان کے ہمراہ کابل گیا تھا۔ عبدالحق نے رب نواز کو

یہ خط پیش کرتے وقت بتایا تھا کہ ان خطوط کو پہنچانے کے لئے اس کو کابل سے بھیجا گیا تھا۔ یہ خطوط حیدر آباد سندھ میں عبدالرحیم کو دیئے جانے والے تھے تاکہ وہ ان خطوط کو مدینہ روانہ کردے۔ عبدالحق کو عبدالرحیم سے ان خطوط کی رسید لینی تھی اور اس رسید کو واپس کابل لے جانا تھا۔"

برصغیر میں اس راز کے فاش ہوتے ہی وسیع پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئیں جب کہ نہ صرف تحریک سے متعلق شخصیات کو بلکہ ہر اُس شخصیت کو بھی قید یا نظربند کردیا گیا جس کے بارے میں شبہ ہوا کہ اُس کا تحریک سے یا حضرت شیخ الہند یا مولانا سندھی سے تعلق رہا ہے۔ حضرت شیخ الہند اور ان کے رفقائے کرام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا عزیر گُل، مولانا وحید احمد اور حکیم نصرت حسین کو مدینہ منوّرہ میں شریف حسین نے گرفتار کرکے انگریزوں کے حوالے کردیا اور انہیں جزیرہ مالٹا میں لے جاکر قید کردیا گیا۔ اِس طرح یہ تحریک پایۂ تکمیل تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم ہوگئی۔

مقصد اور طریقۂ کار:

سلسلۂ بحث کا ایک اہم مضمون یہ رہ گیا کہ اس تحریک کا مقصد اور طریقۂ کار کیا تھا؟ اِس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ انگریزوں کے جنگ عظیم اوّل میں شریک و مصروف ہو جانے کی وجہ سے ہندوستان میں مولوی محمد علی قصوری کی تحقیق کے مطابق صرف گیارہ ہزار فوج اور ایک توپ خانہ رہ گیا تھا۔ تحریک کے بانی حضرت شیخ الہند کا خیال تھا کہ یہ ایک مناسب موقعہ ہے کہ ہند پاکستان میں طاقت کے ذریعہ انگریزی حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے۔ منصوبہ یہ تھا کہ ترکی کے تعاون سے افغانستان سے ہند پاکستان پر حملہ کرادیا جائے۔ اِس سلسلہ میں مولانا عبیداللہ سندھی کو کابل بھیجا تاکہ وہ وہاں پہنچ کر حالات کا جائزہ لیں اور تحریک کو پروان چڑھانے کی کوئی سبیل نکالیں۔ حاجی ترنگ زئی کو پیغام بھیجا کہ وہ آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف جنگ کے لئے اُبھاریں، تحریک جہاد کے مرکز چمرقند اطلاع بھیجی کہ وہ اپنی تحریک کو زور شور کے ساتھ شروع کردیں اور خود حجاز کے سفر پر

روانہ ہوئے تاکہ ترکی زعماء کو ہند پاکستان کی آزادی کے لئے اخلاقی اور فوجی مدد دینے پر آمادہ کریں۔ یہی بات ریشمی رومال سازش کیس سے ظاہر ہوتی ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی اور اس تحریک کے دوسرے مجاہدین آزادی کے خلاف جو استغاثہ تیار کیا گیا تھا اس میں "سازش کے مقاصد" کے زیر عنوان صاف صاف درج ہے کہ :-

"ہز میجسٹی کی افواج کے خلاف جنگ لڑنے کی کوشش کرنا، جنگ لڑنے میں مدد کرنا، یا ہز میجسٹی کو ہند کے اقتدار اعلیٰ سے محروم کرنا"

اور اس کے بعد طریقۂ کار کے متعلق لکھا ہے کہ :-

"ہندوستانی مسلمانوں میں قرآن کی غلط تاویلات (نعوذ باللہ) اور دوسرے طریقوں سے مذہبی تعصب کو بھڑکا کر، سرحدی قبائل اور افغانستان میں برطانیہ کے خلاف نفرت کے جذبات ابھار کر، ان ممالک کے عوام کو برطانیہ کے خلاف جنگ پر آمادہ کر کے، سلطنت ترکیہ سے جنگی امداد لے کر اور ان مقاصد کے لئے چندہ جمع کر کے بالآخر ارادہ یہ تھا کہ جوں ہی کافی امداد اور حمایت کا یقین حاصل ہو جائے ہندوستان میں برطانوی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی جائے۔"

مراکز :

برصغیر ہند و پاک میں اس تحریک کا پہلا مرکز دارالعلوم دیوبند تھا۔ اس لئے کہ حضرت شیخ الہند کی ذات والا دستودہ صفات سے اس کا تعلق تھا۔ لیکن مولانا سندھی کے کابل اور حضرت شیخ الہند کے حجاز تشریف لے جانے کی وجہ سے اسکا مرکز اصلی کابل ہو گیا تھا اور ہند و پاکستان میں متعدد مقامات اس تحریک کے ذیلی مراکز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علاقۂ ہند میں دہلی، کلکتہ اور دیوبند اس کے خاص مراکز تھے اور سندھ و پنجاب

میں کراچی، حیدرآباد گوٹھ پیر جھنڈا، امروٹ، دین پور اور چکوال اس تحریک کے اہم مراکز تھے۔

ریشمی خطوط سازش کے بارے میں ایک اور یادداشت میں کہا گیا ہے :-

"متفقہ رائے ہے کہ یہ اسکیم بڑی خطرناک اور نہایت اہم ہے"

"اس سلسلے میں حکومت کو یہ مشورہ بھی دیا گیا تھا کہ عام صورت حال اور انکشافات کا تقاضہ ہے کہ حکومت کوئی قدم اٹھائے تاکہ افغانستان، عرب اور ہندوستان میں سازشیوں کے درمیان خط وکتابت، سازشوں اور روپیے کے لین دین کا سلسلہ بند ہو جائے"

اس سلسلے میں سندھ و بمبئی، پنجاب، سرحد، دہلی اور یوپی میں گرفتاریوں کا ایک منصوبہ بنایا گیا اور وسیع پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں ملک کے سیکڑوں افراد کو ابتلاء وآزمائش اور قید ونظربندی کے مصائب سے گزرنا پڑا۔ ان گرفتارانِ بلا میں سے بعض کو تو آزمائش سے جلد رہائی مل گئی لیکن بہت سے حضرات کو حکومت نے جنگ عظیم کے اختتام تک رہا نہیں کیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی کو جو پہلے اور تیسرے خط کے مکتوب نگار ہیں، راز کے افشار کے بعد امیر حبیب اللہ خان کے قتل اور امان اللہ خان کے تخت نشین ہونے تک کابل اور جلال آباد میں مع اپنے ساتھیوں کے نظر بند رہنا پڑا۔ مولانا محمد میاںؒ کو جو دوسرے خط کے مکتوب نگار ہیں کابل سے نکلنا پڑا اور غریب الوطنی میں جلاوطنی کی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ پہلے خط کے مکتوب الیہ شیخ عبدالرحیم سندھی کی گرفتاری کے وارنٹ نکلے۔ انہوں نے روپوش ہو کر گرفتاری سے اپنی جان بچائی اور دوسرے اور تیسرے خط کے مکتوب الیہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو مع ان کے رفقاء کے حجاز میں گرفتار کرکے جزیرہ مالٹا میں لے جا کر قید کر دیا تھا۔ یہ مصیبت صرف مکتوب نگاروں، ان کے رفیقوں، مکتوب الیہم اور ان کے سندھ و حجاز میں دوستوں اور رفیقوں ہی پر نہیں آئی بلکہ ان خطوط میں جن حضرات کا نام بھی کسی سلسلے میں آ گیا تھا انہیں وارد گیر